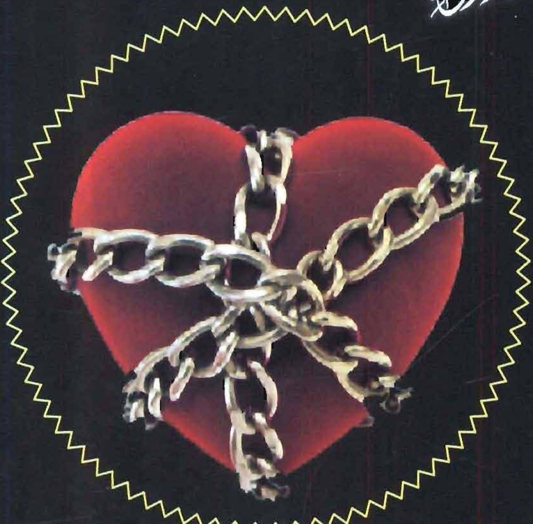
سچے پچپن سچی کہانیاں

نورِ ایمان سے محروم

بد نصیب مجرم لوگ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ



ایمان سے محروم اور عذابِ الیم کا شکار ہونیوالوں کا عبرتناک تذکرہ

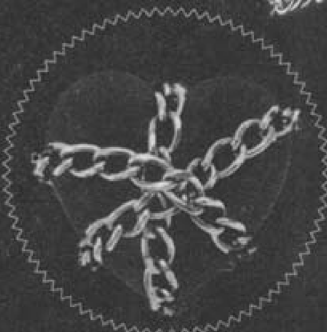
مائل خیرآبادی

دار الابلاغ
DARULIBLAGH

نورِ ایمان سے محروم

بدنصیب مجرم لوگ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ



ایمان سے محروم اور عذاب الیم کا شکار ہونیوالوں کا عبرتناک تذکرہ

نائل نصیر آبادی

دارالابلاغ

DARULIBLAGH

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 0300-4453358, 042-7361428

www.KitaboSunnat.com

دارالابلاغ
DARULIBLAGH

کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

فرامین معصوم

بدنصیب مجرم لوگ

اعداد.......................... مائل خیر آبادی

اشاعتِ اول.................... اپریل 2012ء

قیمت............................

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان 0300 4453358

آہ! یہ بدنصیب لوگ

انسان کو اس دنیا میں رہتے ہوئے سب سے بہترین جو چیز ملتی ہے وہ اچھے لوگوں کی مجلس اور ہم نشینی ہے۔ اچھے لوگوں کا ساتھ، اچھے لوگوں کا زمانہ۔ اور اس سے اللہ کریم کے پسندیدہ خوش نصیب لوگ وہ ہوتے ہیں جن کو ان اچھے، بہترین لوگوں کی ہم نشینی کے ساتھ ساتھ محبت بھی نصیب ہوتی ہے۔

اس کے برعکس کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کی مثال پیاس سے نڈھال اس شخص کی مانند ہوتی ہے جو دریا یا سمندر پر پہنچ جانے کے باوجود پیاسا رہ جاتا ہے۔ ماضی میں دنیا میں ایسے لوگ بھی گزرے کہ جن کو اللہ کریم کے برگزیدہ پیغمبروں، نبیوں، رسولوں، ولیوں، صحابہ کرام، ائمہ عظام اور اسلام کے عظیم جرنیلوں وغیرہ کا زمانہ بھی نصیب ہوا، ان کی مصاحبت وہم نشینی بھی نصیب ہوئی...... وہ ایسے اولوالعزم اور جلیل القدر انسانوں کے ہمراہ چلے پھرے...... بات چیت کی، ان کی روشن زندگیوں کا قریب سے مطالعہ کیا۔ لیکن صد افسوس ان کے تاریک دل نور ایمان سے منور و روشن ہونے سے محروم ہی رہ گئے۔ وہ مرتے دم تک ایمان کی دولت سے محروم رہے...... نہ صرف ایمان کی دولت سے محروم رہے بلکہ انھوں نے برگزیدہ ہستیوں کی محبت حاصل کرنے کے بجائے ان سے دشمنی قائم کر لی اور آخر کار ان کی نفرت و بددعا ان کا مقدر بنی۔ یوں نور ایمان سے محروم رہ کر دنیا میں ذلت و رسوائی حاصل کی اور آخرت میں جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جلنا ان کے حصے میں آیا۔ ننھے منے پیارے بچو! یہ کتاب بھی ایسے ہی لوگوں کے متعلق ہے۔ اس میں ایسے لوگوں کی عبرتناک، رونگٹے کھڑے کر دینے والی یہ داستانیں بیان کی گئی ہیں:

آپ کا بھائی

محمد طاہر نقاش

7 اپریل 2012ء، لاہور

ملعونِ اعظم

ابلیس

ابلیس ایک بڑے مرتبے کا جن تھا۔ وہ اللہ کو مانتا تھا۔ وہ اللہ کو ایک مانتا تھا۔ وہ اللہ کے سخت عذاب سے واقف تھا۔ وہ جنت میں رہ چکا تھا، اللہ سے باتیں کر چکا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کا ایمان کس درجے کا رہا ہوگا! لیکن یہ دنیا کا سب سے بڑا عبرتناک واقعہ ہے کہ وہی ابلیس دنیا جہان کے بدنصیبوں میں سب سے بڑھ کر بدنصیب نکلا جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ زندہ رہیں اور ایمان کی سلامتی ہی کے ساتھ مریں ان کے لیے ابلیس کے عبرت ناک واقعے میں بڑی نصیحتیں ہیں۔ قرآن مجید میں اس بدنصیب کا حال جگہ جگہ بیان ہوا ہے جو اس طرح ہے:

اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے پہلے فرشتوں سے فرما دیا تھا کہ میں جلد ہی مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں۔

انسان کو اپنا خلیفہ بناؤں گا تو جب میں اس کو بنا اور سنوار لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو سب اسے سجدہ کریں۔

یہ فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ سب کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں۔ ابلیس کے سوا سب نے آدم کو سجدہ کیا۔ ابلیس جنوں میں سے تھا اور وہ آگ سے پیدا کیا گیا تھا۔ ابلیس نے آدم کو سجدہ نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس نافرمانی پر ناراض ہوا اور فرمایا: ”تو نے میرے حکم کو کیوں ٹالا؟ آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟“ بولا: ”اے اللہ! میں اسے سجدہ کیوں کرتا جبکہ میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے بنایا۔“

ابلیس کے اس جواب میں غرور تھا۔ اللہ تعالیٰ کو غرور پسند نہیں۔ اسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ابلیس سے ناراض ہوگیا۔ ناراض ہوکر فرمایا: ”اچھا! نکل جا میری اس جنت سے، تو اس لائق نہیں کہ یہاں رہ کر گھمنڈ کرے۔ دور ہو یہاں سے۔تو واقعی ان میں سے ہے جو ذلیل و خوار ہیں۔“

ابلیس کو چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ناراض دیکھ کر جھٹ سجدے میں گر جاتا اور اپنی غلطی کی معافی مانگتا، لیکن اس بدنصیب نے ایسا نہیں کیا۔ اسے ”آدم“ سے حسد پیدا ہوگیا تھا کہ اس کے ہوتے ہوئے

''آدم'' کو یہ بڑائی کیوں دی گئی؟ وہ اپنے گھمنڈ میں چور اور اندھا ہو رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بُری طرح پھٹکار دیا اور اپنی جنت سے نکل جانے کا حکم دے دیا، وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہوگیا۔ اسے کسی حال میں اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا نہیں چاہیے تھا، اسے چاہیے تھا کہ وہ اللہ کے حضور گڑگڑاتا، توبہ کرتا۔ اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان اور رحیم ہے اور توبہ کرنے والوں کو بہت پسند کرتا ہے۔ اللہ ضرور اسے معاف کردیتا۔ مگر حسد، غرور اور مایوسی کی وجہ سے ابلیس کی عقل پر پتھر پڑ گئے تھے۔ توبہ کرنے کے بجائے اس نے اللہ تعالیٰ کو بڑی ڈھٹائی سے جواب دیا، بولا: ''تو خود مجھے ذلیل و خوار کرنا چاہتا تھا، اسی لیے تو آدم کو یہ بڑائی دی، تو نے میری راہ میں روڑا اٹکایا۔ اچھا! تو اب میں ایسا ضرور کروں گا کہ جس کو تو نے یہ بڑائی دی، میں اس کی جڑ، بنیاد اکھاڑ پھینکوں گا۔ میں تو ڈوبا ہی، اسے بھی لے ڈوبوں گا۔ دیکھ لینا! میں اسے بھی تیری رحمت سے دور ہٹا کر رہوں گا، بہت تھوڑے انسان میری زد سے بچ سکیں گے۔''

ابلیس کی ڈھٹائی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''دُور ہو اے ملعون! اور سن! آدم کی اولاد میں سے جو تیرے کہے پر چلے گا وہ تیرا ساتھی ہوگا اور میں تیرے سارے ساتھیوں سے جہنم کو بھر دوں گا،

لیکن تو یہ بھی یاد رکھ! تو میرے مخلص بندوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا، ان کا نگران اور سرپرست میں خود ہوں۔" یوں ابلیس ہمیشہ کے لیے ملعون قرار دیا گیا۔ اس کا انجام بھی اسے بتایا گیا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ جو ابلیس کی پیروی کرے گا اس کا انجام بھی ابلیس کے ساتھ ہوگا۔ اس کا اور اس کے ساتھیوں کا ٹھکانا جہنم قرار پایا۔ استغفراللہ!

ہم نے جب اس واقعے کو قرآن مجید میں پڑھا تو ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ کوئی کیسا ہی بلند مرتبے والا ہو اور اس کا ایمان اونچے سے اونچے درجے کا کیوں نہ ہو، لیکن اسے اللہ کے سامنے عاجزی ہی اختیار کرتے رہنا چاہیے۔ غرور سے بچنا چاہیے۔ اپنے ایمان کی سلامتی کے لیے ہر وقت دعا کرتے رہنا چاہیے۔ معلوم نہیں دوسرے لمحے کیا ہو؟ نیز یہ کہ کتنی ہی بڑی غلطی اور کیسا ہی بڑے سے بڑا گناہ ہو جائے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ بڑے سے بڑا گناہ معاف کرنے والا ہے۔ شرط یہ ہے کہ کوئی اللہ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے اور توبہ و استغفار سے منہ نہ موڑے۔

اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیِّ فِی الدُّنْیَا
وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ

پہلا قاتل

قابیل

انسانوں میں سب سے پہلے ”انسان“ سیدنا آدم علیہ السلام ہیں۔ آپ کی بیوی کا نام سیدہ ”حوا“ تھا۔ دنیا کے سارے انسان انھی کی نسل سے ہیں۔ یہی دو، وہ بڑے انسان تھے جنھوں نے اللہ کے حکم سے زمین پر آکر ڈیرا ڈالا۔ اللہ نے ان کی اولاد میں بڑی برکت دی، تھوڑی ہی مدت میں دو انسان (آدم و حوا علیہما السلام) کے ساتھ بہت سے انسان اللہ کی زمین پر چلتے پھرتے نظر آنے لگے، جن میں مرد (آدم علیہ السلام کے بیٹے) بھی تھے اور عورتیں (آدم علیہ السلام کی بیٹیاں) بھی۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو اپنا نبی بھی بنایا تھا۔ ان پر یہ ذمہ داری ڈالی تھی کہ اپنی اولاد کو اللہ کی بندگی کا ٹھیک ٹھیک طریقہ بتائیں، اللہ کی مرضی پر انھیں چلنا سکھائیں اور اچھی طرح سمجھا دیں کہ شیطان تمھارا دشمن ہے۔ اس سے بچتے رہنا، اگر اس کے پھندے میں پھنس

کر اپنے اصل مالک (اللہ) کو بھول بیٹھے اور اللہ کی زمین پر ظلم و فساد برپا کیا تو آخرت میں تمھارے لیے ''جہنم کا عذاب'' ہے۔

سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنی ذمہ داری کو ٹھیک ادا کیا۔ اللہ کی طرف سے جو ہدایات ملیں، وہ ساری کی ساری اپنی اولاد تک پہنچا دیں۔ اللہ کے حکموں پر چل کر دکھایا۔ اس وقت سیدنا آدم علیہ السلام اور اولادِ آدم کی نہایت چھوٹی سی اپنی دنیا تھی اور اس سادہ دنیا میں اولادِ آدم پرورش پا رہی تھی۔ اس نے وہی کچھ اختیار کیا جو ماں باپ کو کرتے دیکھا لیکن سچی بات یہ ہے کہ بہرحال ہدایت ملتی اسی کو ہے جو اللہ کو یاد رکھے، شیطان سے چوکنا رہے اور آخرت کی پکڑ سے ڈرے۔ اگر کسی کے دل سے یہ جوہر نکل گیا تو پھر اللہ کی توفیق اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے اور پھر وہ بدنصیب تباہی کے گڑھے میں جا گرتا ہے، جس کا نام ''جہنم'' ہے۔ مثال کے طور پر قابیل ہی کو لیجیے! وہ بڑے ہی پاک ماحول میں پیدا ہوا تھا۔ اللہ کے نبی سیدنا آدم کا بیٹا تھا۔ اس نے حضرت حوا کا دودھ پیا تھا۔ انھی بزرگوں کی سرپرستی میں پلا، بڑھا اور بڑا ہوا اور انھی سے براہ راست نصیحتیں حاصل کیں، لیکن افسوس کہ وہی قابیل اللہ کو بھول بیٹھا اور شیطان کے چکر میں آ گیا۔ اُسے آخرت کی بازپرس کا ڈر نہ رہا تو اللہ کی توفیق نے اس کا ساتھ

چھوڑ دیا اور اس بدنصیب نے اپنی عاقبت خراب کرلی۔ بڑا عبرت ناک واقعہ ہے اس کا۔

جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ زندہ رہیں اور ایمان کی سلامتی ہی کے ساتھ مریں، ان کے لیے قابیل کے عبرت ناک واقعہ میں بڑی نصیحتیں ہیں۔ قابیل کا واقعہ قرآن مجید میں موجود ہے اور بائبل میں بھی بیان ہوا ہے جو اس طرح ہے:

قابیل کا ایک چھوٹا بھائی ''ہابیل'' تھا۔ ایک بار قابیل اور ہابیل کے درمیان ایک مقدمہ پیش آیا۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم دونوں اللہ کے حضور اپنی اپنی نذر پیش کرو۔ اللہ تعالیٰ جس کی نذر قبول فرمالے گا اس کے حق میں فیصلہ دیا جائے گا۔

قابل نذر کی لیے ردی اناج لایا، ہابیل نے اپنے ریوڑ کا ایک بہترین دنبہ پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ تو نیتوں کو بھی جاننے والا ہے۔ اس نے ہابیل کی نذر قبول فرمائی اور پھر سیدنا آدم علیہ السلام نے ہابیل ہی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

یہ فیصلہ سن کر قابیل کے دل میں آگ لگ گئی۔ اس نے ہابیل سے کہا کہ میں تیری مراد پوری نہ ہونے دوں گا۔ میں تو تجھے قتل کردوں گا۔ ہابیل نے اسے سمجھایا: ''بھائی! یہ فیصلہ اللہ کی طرف سے

ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ غلط نہیں ہوگا۔ آپ یہ فیصلہ خوشی خوشی منظور کرلیں، اگر آپ نے یہ فیصلہ نہ مانا تو یہ کھلی نافرمانی ہوگی اور اے میرے بھائی! اللہ تو اس کی سنتا ہے جو اس کی نافرمانی سے ڈرے اور اسے خوش کرنے کے لیے اچھے کام کرے۔ اللہ نے اس کی نذر قبول کی جو حق پر تھا۔ اس میں غصہ کرنے کی کیا بات ہے؟ اور اگر اس پر بھی آپ مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائیں گے اور مجھ سے لڑیں گے تو میں اپنا بچاؤ تو کردوں گا لیکن آپ کو قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہیں چلاؤں گا۔ اگر اس پر بھی آپ کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تو آپ مجھ سے لڑکر اپنا اور میرا دونوں کا گناہ اپنے سر لیں اور جہنم میں جائیں، جو ظالموں کی سزا کے لیے تیار کی گئی ہے۔ میں تو بہرحال اللہ سے ڈرتا ہوں جو ساری کائنات کا مالک اور مولا ہے۔"

قابیل کے دل میں غم و غصے کی آگ لگی ہوئی تھی، اس نے ہابیل کی نصیحت کو نہ مانا اور موقع پر اسے قتل کردیا۔ قتل تو کردیا لیکن حیران اور پریشان تھا کہ ہابیل کی لاش کو کہاں چھپائے؟ سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد میں اس وقت تک کوئی میت نہ ہوئی تھی، اس لیے کفن دفن کا طریقہ کوئی جانتا نہیں تھا۔ قابیل سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرے؟ اتنے میں اس نے ایک کوّے کو زمین کریدتے دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ

کوّے نے گڑھا کھودا، پھر ایک مردہ کوّے کی لاش اس میں چھپا دی۔ یہ دیکھ کر قابیل نے اپنی حماقت پر سر پیٹ لیا اور بولا: ”افسوس ہے مجھ پر، میں اس کوّے سے بھی گیا گزر ہوا۔“

کیسا احمق اور بدنصیب تھا قابیل کہ وہ اپنی اس ناسمجھی پر تو پچھتایا لیکن اللہ کی جو کھلی نافرمانی اور ایک بے گناہ کا ظالمانہ قتل کیا تھا اس پر اسے شرمندگی نہیں ہوئی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اللہ کی رحمت سے دور جا پڑا اور توبہ کیے بغیر مر گیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ!

اس بدنصیب کا حال ختم ہوا۔ آخر میں اس کے متعلق ایک حدیث نبوی ﷺ بھی پڑھ لیجیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دنیا میں جب کوئی ظلم سے قتل ہوتا ہے تو اس کا الزام سیدنا آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے (قابیل) کی گردن پر بھی ہوتا ہے، کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے ظالمانہ قتل کی مثال قائم کی۔“ (مسند احمد)

پڑھ لیا آپ نے قابیل کا حال! دیکھا آپ نے قرآن و حدیث میں اس کے متعلق کیا بیان ہوا۔ اب عقل مند اور خوش نصیب وہ ہے جو اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرے، اللہ کی نافرمانی سے ڈرے اور

کوئی ایسی حرکت نہ کرے کہ اللہ کی رحمت سے دور جا پڑے۔ نیز یہ کہ اپنے ایمان کی سلامتی کے لیے ہر وقت اللہ سے دعا بھی کرتا رہے، معلوم نہیں کہ دوسرے لمحہ دل و دماغ کس کی طرف مڑ جائے؟

رَبَّنَا لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابَ.

❋

ایک نبی کا بدنصیب بیٹا

کنعان

کنعان وہ بدنصیب ہے جو ایک بڑے نبی کا بیٹا ہوتے ہوئے اللہ کی رحمت سے محروم رہا۔ قرآن میں اس کا دردناک انجام بڑے عبرت انگیز طریقے سے بیان ہوا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بنا پر خوش نہیں ہوتا ہے کہ وہ کسی نبی کا بیٹا ہے یا کسی اونچے خاندان میں پیدا ہوا ہے، یا کسی ''اللہ والے'' سے اس کا کسی قسم کا تعلق ہے بلکہ اللہ تو اس سے راضی ہوتا ہے جو اس کی نافرمانی سے ڈرے اور اچھے کام کرے۔ اس مختصر تمہید کے بعد اب کنعان کا حال پڑھیے اور نصیحت حاصل کیجیے:

کنعان اللہ کے ایک بڑے نبی نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا۔ سیدنا نوح علیہ السلام اللہ کے وہ رسول ہیں جنہوں نے ساڑھے نو سو سال تک لوگوں کو اللہ کی راہ پر لانے کی کوشش جاری رکھی، لیکن گنتی کے کچھ ہی لوگ ایمان لائے، باقی اللہ کے نبی کا مذاق ہی اڑاتے اور انہیں ستاتے

رہے۔ ان میں سیدنا نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی تھا۔

ساڑھے نو سو سال کی تبلیغ کا نتیجہ سامنے آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ جس طرح ہم بتاتے ہیں اس طرح ایک کشتی تیار کرو اور دیکھو! اب اپنی قوم کی سفارش اور اس کا غم مت کرنا، اب ہم ان سارے نافرمانوں کو غرق کرنے والے ہیں۔

یہ حکم پاکر سیدنا نوح علیہ السلام اپنے چند ساتھیوں کی مدد سے کشتی بنانے لگے۔ کنعان اور اس کے ساتھی انھیں کشتی بناتے دیکھتے تو ہنستے اور کہتے: ''کیا خشکی میں جہاز چلاؤ گے؟'' سیدنا نوح علیہ السلام یہ بدتمیزی کی باتیں سنتے تو کہتے کہ ''تم اب زیادہ دنوں تک ہنس نہ سکو گے، بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب تم اپنے کرتوتوں پر روؤ گے اور کوئی تمھاری بات سننے والا نہ ہوگا۔

آخر وہ دن آ ہی گیا، جس کا وعدہ ان سے کیا گیا تھا اور ایک تنور سے پانی ابل پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہر جاندار میں سے ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لو، اپنے گھر والوں کو کشتی میں بٹھا لو اور انھیں بھی جو ایمان لا چکے ہیں۔

سیدنا نوع علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی۔ بیوی کافرہ تھی۔ وہ کافروں سے جا ملی۔ کنعان نے ماں کا ساتھ دیا۔ اب آسمان سے موسلا دھار

بارش ہونے لگی۔ اتنا پانی برسا کہ سب جل تھل ہوگیا۔ دریاؤں میں شدید ترین سیلاب اور طوفان آ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سب کچھ ڈوبنے لگا۔

سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کافروں کے ساتھ دیکھا تو محبت پدری نے جوش مارا، فرمانے لگے: ”بیٹا! ان ظالموں کا ساتھ چھوڑ دے، اللہ کا حکم مان لے اور ہماری کشتی میں آ جا۔“

کنعان نے باپ کی محبت بھری باتیں سنیں، لیکن کافروں کی صحبت نے اس کی عقل پر پردے ڈال دیے تھے۔ اس نے ایک بھیانک طوفان کو دیکھ کر بھی مشفق باپ کی بات کو ٹھکرا دیا اور بولا: ”میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور پانی سے بچ جاؤں گا۔“ سیدنا نوح علیہ السلام نے پھر سمجھایا: ”آج ڈوبنے سے وہی بچے گا جس پر میرا اللہ رحم فرمائے گا۔“

باپ بیٹے میں یہ باتیں ہورہی تھیں کہ پانی کی ایک اونچی سی لہر آئی اور وہ کنعان کو بہا لے گئی۔ کنعان ڈوب گیا۔ سیدنا نوح علیہ السلام بیٹے کا یہ دردناک انجام دیکھ کر تڑپ اٹھے اور اللہ کو پکار اٹھے: ”میرے مالک! میرا بیٹا بھی ڈوب گیا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے گھر والوں کو بچا لے گا، یہ تو میرا بیٹا تھا۔“

سیدنا نوح علیہ السلام کی پکار کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''نہیں، وہ تمھارے گھر والوں میں سے کب تھا! وہ تو کافروں کا ساتھی تھا اور اچھے کام نہیں کرتا تھا۔ جب تم اتنی سی بات نہیں سمجھتے تو پھر مجھ سے فریاد کیوں کرتے ہو۔''

اللہ کی طرف سے یہ جواب پاکر سیدنا نوح علیہ السلام سمجھ گئے۔ انھوں نے اللہ سے معافی مانگی اور مطمئن ہوگئے کہ جس کے جیسے کرتوت ہوتے ہیں اسے ویسا ہی بدلہ بھگتنا پڑتا ہے، چاہے وہ نبی کا بیٹا ہو۔

بدنصیب کنعان یہ نہیں کہ مرا بلکہ وہ ہمیشہ کے لیے جہنمی قرار پایا۔ کسی کے حصے میں جہنم کا آنا ہی سب سے بڑی بدنصیبی کی بات ہے۔

سیدنا نوح علیہ السلام کے بدنصیب بیٹے کا حال مکمل ہوا لیکن یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات یاد آرہے ہیں، جو نبی علیہ السلام نے ایک بار اپنی قوم ''قریش''، اپنے خاندان ''بنی عبدِ مناف'' اور اپنے گھر والوں کو پکار کر فرمائے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے قریش کے لوگو! اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کی فکر کرو۔ میں اللہ کے عذاب کو تم سے ذرا بھی نہیں ٹال سکتا۔

اے عبدمناف کے خاندان والو! میں تم سے اللہ کا عذاب کچھ بھی نہیں ٹال سکتا۔ اے عباس بن عبدالمطلب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا)! میں

اللہ کے عذاب کو تم سے ذرا بھی نہیں ٹال سکتا۔

اے صفیہ (نبی ﷺ کی پھوپھی)! میں تم سے اللہ کے عذاب کو ذرا بھی نہیں ٹال سکتا۔ اے میری پیاری بیٹی (فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا)! تو جو مال مانگے میں تجھے دے سکتا ہوں لیکن اللہ کے عذاب کو تجھ سے ذرا بھی نہیں ٹال سکتا۔ (پس تم سب خود کو بچانے کی فکر کرو کہ ایمان اور عمل ہی وہاں کام آئیں گے۔)''

غور کیجیے کہ یہ سب نبی ﷺ نے کن سے فرمایا، اپنے سب سے زیادہ قریبی عزیزوں سے۔ تو سوچیے کہ کوئی پیر صاحب یا فلاح سیدنا ہمیں بخشوا لیں گے؟ کنعان کو اپنے باپ سیدنا نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کی دہائی نہ بچا سکی۔ اللہ کے آخری نبی ﷺ کے ارشادات اوپر گزر چکے تو پھر کسی اور کی کیا مجال ہے! ہمیں خود بڑھ کر اللہ کی توفیق کو تلاش کرنا چاہیے اور دعا کرتے رہنا چاہیے کہ ہم ایمان کے ساتھ زندہ رہیں اور ایمان کے ساتھ ہمارا خاتمہ ہو۔ اور جب تک زندہ رہیں اس کے صالح بندوں کی صحبت ہمیں نصیب رہے۔ اور:

جب دم واپسیں ہو یا اللہ!
لب پہ ہو لاالٰہ الا اللہ

❋❋❋

ایک مکار شخصیت

سامری

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ کے ایک بڑے مرتبے والے نبی گزرے ہیں۔ اللہ نے آپ کو مصر والوں کی ہدایت کے لیے نبی بنایا تھا۔ مصر میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے خاندان والے (بنی اسرائیل) بھی رہتے تھے اور قبطی قوم کے لوگ بھی۔ مصر میں قبطیوں کی اکثریت اور انھی کی حکومت تھی۔ ان کے بادشاہ کا نام ''فرعون'' تھا۔ اس نے اپنی حکومت کے بل پر کم تعداد بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ برسہا برس غلامی میں رہتے رہتے بنی اسرائیل میں ایمانی کمزوری بھی آ گئی اور ان میں بہت سی اخلاقی خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام ایک طرف مصریوں میں ایمان کی تبلیغ فرماتے، دوسری طرف فرعون جیسے زبردست بادشاہ سے ٹکراتے اور تیسری طرف اپنی قوم بنی اسرائیل کے اندر جو ایمانی کمزوریاں اور اخلاقی خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں، انھیں دور

کرنے کی کوشش کرتے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت وتحریک سے بنی اسرائیل میں ان سے کسی قدر ہمدردی پیدا ہوگئی اور ساتھ ہی بہت سے مصری بھی مسلمان ہوگئے۔ فرعون اپنی سلطنت میں ایک ایسی تحریک اٹھتے ہوئے دیکھ کر کیسے برداشت کرسکتا تھا! وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جان کا دشمن ہوگیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل اور مصری نومسلموں کے ساتھ مصر سے نکل گئے۔ فرعون کو خبر ہوئی تو اس نے پیچھا کیا۔ وہ لاؤلشکر ساتھ لے کر چلا اور سمندر کے قریب بنی اسرائیل کو جا لیا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بنی اسرائیل خیریت سے پار اتر گئے اور فرعون اپنی فوج کے ساتھ سمندر میں ڈوب گیا۔

جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے ہجرت فرمائی تو آپ کے ساتھ ایک نومسلم شخص ''سامری'' بھی تھا۔ یہ نیا نیا مسلمان ہوا تھا لیکن ابھی وہ ایمان کے تقاضے پوری طرح سمجھ نہ سکا تھا۔ ان دنوں میں مصر میں گائے کی پوجا کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ گائے کی عظمت سامری کے دل میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یہی اس بدنصیب کو دنیا وآخرت میں لے ڈوبی۔ اس بدنصیب پر اللہ کا عذاب اس کی اس دنیاوی زندگی میں ایسا نازل ہوا جس سے دل لرز جاتا ہے، آخرت میں تو اس کے لیے جہنم ہے

ہی۔ اس بدنصیب کا دردناک اور عبرت ناک واقعہ اس طرح ہے:

مصر سے نکلنے کے بعد سیدنا موسیٰ علیہ السلام کچھ دنوں کے لیے ''کوہ طور'' پر چلے گئے۔ جاتے وقت اپنے بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام کو اپنا قائم مقام بنا گئے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے بعد سامری کو شرارت سوجھی۔ اس نے تمام لوگوں سے سونا چاندی لے کر جمع کیا، پھر اسے گلا کر ڈھالا تو ایک بچھڑے کی مورتی تیار ہوگئی۔ یہ مورتی اندر سے کھوکھلی تھی۔ سامری نے اس کے اندر کچھ اس ڈھب سے سوراخ بنائے تھے کہ جب بچھڑے کے اندر ہوا بھر جاتی تو گائے کی سی آواز نکلتی۔

یہ عجیب و غریب تماشا بنی اسرائیل نے دیکھا تو انھیں بڑا تعجب ہوا اور اس بچھڑے کی ہیبت ان کے دلوں پر طاری ہوگئی۔ اب سامری کی شرارت کی رگ پھڑکی، اس نے کہا: ''تعجب کیا کرتے ہو؟ جانتے بھی ہو کہ یہ کیا ہے؟ یہ ہے معبود، تمھارا بھی معبود اور موسیٰ کا بھی معبود۔'' (معاذ اللہ)

جن لوگوں کا ایمان کمزور تھا، وہ سامری کے چکر میں آگئے اور اس بچھڑے کو الٰہ سمجھ کر پوجنے لگے۔ سیدنا ہارون علیہ السلام نے یہ دیکھا تو سب کو سمجھایا کہ نادان نہ بنو۔ یہ بچھڑا تمھارے لیے فتنہ اور آزمائش

ہے۔ یہ الٰہ کیسے ہوسکتا ہے! تمھارا الٰہ تو وہ ہے جس نے تمھیں فرعون کی غلامی سے نکالا اور تمھارے دشمنوں کو تباہ کیا۔ میرا کہنا مانو اور اس بچھڑے کی پوجا سے باز آ جاؤ۔

ان لوگوں نے سیدنا ہارون علیہ السلام کی بات نہ مانی۔ بولے ''اچھا، جب تک موسیٰ علیہ السلام لوٹ کر آئیں اس وقت تک تو ہم اس بچھڑے کی پوجا کرتے ہی رہیں گے جب وہ تشریف لائیں گے تو دیکھا جائے گا۔''

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر ہی معلوم ہو چکا تھا کہ قوم آزمائش میں مبتلا ہو چکی ہے۔ انھیں بڑا دکھ ہوا۔ وہ گھبرائے ہوئے وہاں سے سیدھے قوم کے پاس آئے۔ بہت سے لوگوں کو بچھڑے کی پوجا کرتے دیکھا تو پوچھا: ''یہ تم نے کیا کیا! کیا تم کو یہ یاد نہیں رہا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا کیا احسانات کیے ہیں اور آئندہ کے لیے کیا کیا وعدے کیے ہیں۔ تم تو تھوڑے ہی دنوں میں یہ شرک اور کفر کرنے لگے۔'' لوگوں نے جواب دیا: ''نہیں، ہم اس وعدے کو بھولے نہیں مگر ہوا یہ کہ ہم نے ان بھاری زیوروں کو اتار ڈالا جو مصر سے پہن کر آئے تھے۔ سامری نے انھیں لے لیا اور گلا کر یہ بچھڑا بنا ڈالا اور بتایا کہ یہ تمھارا معبود ہے۔ ہم اس کے کہے میں آ گئے، ہم سے بھول ہوگئی اور

ہم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔''

اب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بھائی سے سارا حال پوچھا اور کہا کہ ''میں آپ کو اپنا قائم مقام بنا کر گیا تھا، آپ کی ذمہ داری تھی کہ آپ انھیں شرک سے روکتے۔''

سیدنا ہارون علیہ السلام نے کہا: ''میں نے انہیں بہت سمجھایا لیکن ان کی مت کچھ ایسی ماری گئی تھی کہ انھوں نے میری ایک نہ سنی، یہ لوگ تو مجھے مار ڈالنے پر تل گئے تھے۔ مجھے اپنی جان کی پروا نہ تھی لیکن مجھے یہ خیال آیا کہ آپ واپس آ کر کہیں یہ نہ کہیں کہ بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی۔ بس اسی ڈر سے میں نے زیادہ سختی نہ کی۔''

سیدنا ہارون علیہ السلام کا عذر معقول تھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سامری کی طرف متوجہ ہوئے، اس نے کہا: ''کہیے حضرت! آپ کو یہ کیا سوجھی؟'' سامری سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تیور دیکھ کر تاڑ گیا کہ خیریت نہیں، اس نے فوراً بات بنائی بولا: ''میں نے اس چیز کو دیکھا جسے دوسرے نہ دیکھ سکے، جب فرعون کا لشکر چڑھا چلا آ رہا تھا تو میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ آگے آگے تھے۔ ان کے گھوڑے کے سم جس جگہ پڑتے تھے، وہاں سبزہ اگ آتا تھا۔ میں نے گھوڑے کے قدموں کی ایک مٹھی خاک اٹھا لی اور اس خاک کو بچھڑا بناتے وقت

چھڑک دیا۔ اس کی برکت سے بچھڑے میں یہ زندگی آ گئی اور وہ بولنے لگا۔ میرے دل نے مجھے کچھ اس طرح بات سجھائی۔''

صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سامری کا یہ پاکھنڈ بالکل ان بناوٹی پیروں فقیروں اور سادھوؤں کی طرح تھا جو سیدھے سادھے لوگوں کو ٹھگنے کے لیے ایسی ہی باتیں بتایا کرتے اور گھڑ لیا کرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام سامری کی شرارت کو سمجھ گئے۔ آپ نے فیصلہ سنایا کہ آج سے کوئی اس نالائق سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے۔ یہاں تک وہ خود دیکھ لے کہ واقعی ایک گھناؤنا شخص ہے۔ آخرت میں تو اس کے لیے عذاب ہے ہی وہ کسی طرح نہیں ٹل سکتا۔

یہ فیصلہ سنانے کے بعد سامری کو فرمایا: ''اچھا، دیکھ تو اپنے اس خدا کو جس کی پوجا کا ڈھونگ تو نے رچایا، میں اس کی کیا گت بناتا ہوں۔ یہ تیرے سامنے پھونکا جائے گا اور اس کی خاک بنا کر دریا میں بہا دی جائے گی۔''

اس کے بعد بنی اسرائیل کو سمجھایا: ''بھائیو! تمھارا مالک اور مولا تو وہی ہے جس کے سوا کوئی دوسرا بندگی کے لائق نہیں۔ وہی اور صرف وہی (اللہ) تمھارا معبود ہے، وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔ سوچو تو! کیا یہ کرتب اور شعبدے بھی توجہ کے لائق ہیں؟ یہ بچھڑا ہے کیا چیز! اس

میں کوئی بڑائی نہیں، یہ نہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ ہم اسے ابھی جلا کر خاک کیے دیتے ہیں۔ توبہ، توبہ! معبود ایسا ہوتا ہے، **لاحول ولاقوۃ الا باللہ**"

اس طرح سمجھانے کے بعد اللہ کے حکم سے ان تمام لوگوں کو قتل کر دیا گیا، جنھوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ ان مرتدوں کو قتل بھی اسی طرح کیا گیا کہ ان کی برادری کے لوگوں کے ہاتھوں انہیں یہ سزا دی گئی۔ سامری کو زندہ چھوڑ دیا گیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے یہ اثر ہوا کہ وہ بری طرح سے کوڑھی ہوگیا اور وہ ہر وقت پکارا کرتا تھا کہ "مجھے نہ چھونا، مجھے نہ چھونا۔"

سامری اس طرح ایک مدت تک بنی اسرائیل میں عبرت کا نمونہ بنا رہا۔ توبہ! اس بدنصیب کو اس دنیا میں بھی کیسی سخت سزا ملی اور آخرت میں تو اس کے لیے جہنم ہے ہی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے انجام سے بچائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم ایمان کے تقاضے سمجھیں اور مضبوطی سے ان کو اپنائیں اور اللہ ہمیں ایسے شعبدوں سے محفوظ رکھے جن سے ہمارے ایمان پر آنچ آئے۔ (آمین)

❋❋❋

بنی اسرائیل کا ایک سرمایہ دار

قارون

قارون بنی اسرائیل میں سے تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔ قارون بالکل سرمایہ دارانہ ذہنیت رکھتا تھا۔ اسے دولت اکٹھا کرنے کا بڑا شوق تھا۔ دولت جمع کرنے میں وہ جائز اور ناجائز سارے ذرائع اختیار کرتا تھا۔ دولت ہاتھ کرتے وقت وہ اس بات کی پروا نہ کرتا تھا کہ وہ جس ذریعہ سے رقم حاصل کررہا ہے اس سے اس کی قوم کی گردن کٹ رہی ہے۔

یہ مصر میں اسرائیل کے ساتھ رہتا تھا۔ اس وقت مصر میں فرعون کی حکومت تھی۔ اس کی پہنچ فرعون کے دربار میں بھی تھی۔ قارون، فرعون کے ہاتھ میں ایک کھلونے کی طرح تھا۔ بنی اسرائیل کو فرعون نے غلام بنا رکھا تھا۔ بنی اسرائیل اگر ذرا بھی غلامی سے نجات پانے کی فکر کرتے تو قارون فوراً دربار میں جا کر فرعون کو بتا دیتا۔ یہی وجہ تھی

کہ دربار فرعون سے قارون پر دولت کی بارش ہورہی تھی۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مصر میں نبی بنا کر بھیجا اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلائیں اور فرعون کو ٹوکیں کہ کسی انسان کو کسی انسان پر الوہیت کا حق نہیں۔ اس زمانے میں قارون نے فرعون کی حمایت اور بنی اسرائیل کی ہلاکت کے لیے بڑا گھناؤنا پارٹ ادا کیا۔ وہ بنی اسرائیل کے اندر بیٹھ کر سارے منصوبے اور تقریریں سنتا جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام قوم کے سامنے پیش کرتے، اس کے بعد حکومت کو مطلع کردیتا۔ حکومت بھی اس کی اس قومی غداری کی وجہ سے اس پر بہت مہربان تھی۔ اس غداری کے صلہ میں اسے تھیلیوں کی تھیلیاں ملتیں۔ جنھیں وہ اپنے خزانے میں جمع کر دیتا۔ قرآن مجید میں بھی قارون کی سرمایہ داری اور اس کی ذہنیت کا پورا بیان موجود ہے۔ اسے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قارون اپنی سرمایہ دارانہ ذہنیت کی وجہ سے دنیا و آخرت میں تباہ و برباد ہوا۔ قرآن مجید میں قارون کا حال بڑے عبرت ناک پیرائے میں بیان ہوا ہے۔ ہم اس کا ترجمہ نیچے پیش کرتے ہیں:

”بے شک قارون، موسیٰ علیہ السلام کی قوم ہی میں سے تھا۔ اس نے (قارون نے) ان سے (قوم موسیٰ علیہ السلام، یعنی بنی اسرائیل سے) بغاوت

کی، اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیے تھے کہ اس کی کنجیوں کے بوجھ سے طاقتور آدمی تھک جاتے تھے۔ (اسی خزانے کی وجہ سے قارون میں غرور اور گھمنڈ پیدا ہوگیا تھا۔ وہ اپنی برادری کو ذلیل نظروں سے دیکھنے لگا) تو اس کی قوم نے کہا: ''تو شیخی نہ مار، غرور مت کر۔ اللہ شیخی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے اس میں سے آخرت کے لیے کچھ کر (زکوٰۃ دے اور خیرات کر) تو یہ نہ بھول کہ اللہ ہی نے تجھے سب کچھ عطا فرمایا ہے۔ اور جس طرح اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے، اسی طرح تو (اللہ کے بندوں پر) احسان کر! اور فساد نہ مچا۔ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ قارون بولا: ''یہ مال تو میں نے علم و ہنر سے پیدا کیا ہے (میں اپنی گاڑھی کمائی دوسروں پر کیوں لٹاؤں)۔''

(اس بدنصیب کو) کیا یہ خبر نہیں (تھی) کہ اللہ نے اس سے پہلے اس سے بھی زیادہ مال دار اور طاقتور قوموں کو ہلاک کیا۔ ان مجرموں کے گناہوں کے بارے میں کچھ نہ پوچھو (پوچھنا ہی کیا! یہ تو عذاب کے مستحق ہیں ہی)۔

پھر ایک دن قارون (اپنے غرور میں چور) خوب بن سنور کر اپنے نوکروں چاکروں کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے (اپنے ٹھاٹ باٹھ

دکھانے) نکلا تو (بنی اسرائیل میں) جو دنیا دار قسم کے لوگ تھے انھوں نے اس کو دیکھ کر کہا: ''کاش! کہ ہمارے پاس بھی یہ سب کچھ ہوتا، جو قارون کو دیا گیا ہے۔ واقعی یہ تو بڑا خوش نصیب ہے۔'' لیکن جن لوگوں کو اللہ نے علم دیا تھا اور جو سوجھ بوجھ رکھتے تھے، انھوں نے کہا: ''تم پر افسوس ہے (تم یہ کیسی باتیں کرتے ہو) دیکھو! جو اللہ پر ایمان لایا اور اس نے اچھے کام کیے، اس کے لیے اللہ کا ثواب اس دولت سے بہتر ہے اور یہ ثواب صبر کرنے والے ہی حاصل کرتے ہیں۔''

پھر ہم نے قارون کو اور اس کے محل کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے لیے کوئی جماعت مددگار ثابت نہ ہوسکی، جو اسے اللہ کے عذاب سے بچاتی اور وہ بے یارومددگار ہی رہ گیا۔ پھر جن لوگوں نے کل اس کی شان وشوکت دیکھ کر اس جیسا بننے کی تمنا کی تھی وہ یہ دیکھ کر آج کہنے لگے: ''ارے افسوس! یہ تو ہماری بھول تھی۔ اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے (اور جتنی چاہے) روزی دے اور جس کے لیے چاہے تنگ کردے۔ اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا تو (ہماری بھول پر) ہمیں بھی دھنسا دیتا۔ ارے! خرابی ہے کافر ہرگز فلاح نہ پائیں گے۔''

''آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے بنایا ہے جو اللہ کی زمین پر اترا کر نہیں چلتے اور نہ فساد کا ارادہ رکھتے ہیں اور آخرکار بھلائی انھی

کے لیے ہے جو اللہ کی نافرمانی سے ڈرنے والے ہیں۔'' (سورۃ قصص)

یہ ہے قرآن کا بیان، جس میں قارون کی تباہی کی وجہ صاف صاف بتا دی گئی ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل وکرم سے زیادہ روزی دے تو ہم اس کا شکر ادا کریں اور اس کے غریب بندوں کی مدد کریں اور اگر اللہ ہمیں کم روزی دے تو بھی ہم اس کے شکرگزار بندے بنے رہیں۔ کسی حال میں بھی اللہ کو نہ بھولیں اور کوئی ایسا کلمہ ہماری زبان سے نہ نکلے جس سے ناشکری کا اظہار ہو۔ ہمیں اس صبر کے لیے اللہ سے ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہیے۔

❋❋❋

منافقین کا سردار

عبداللہ بن اُبی

جس شخص کے جنازے کی نماز نبی کریم ﷺ نے پڑھائی ہو اور جس کے کفن کے لیے نبی ﷺ نے اپنا کرتہ عنایت فرمایا ہو، ایسے شخص کو کون خوش نصیب نہ کہے گا! لیکن ایک ایسا بدنصیب گزرا ہے جسے یہ دونوں اعزاز ملے مگر رہا وہ جہنمی کا جہنمی ہی۔ یہ تھا ''عبداللہ بن ابی'' مدینہ کے منافق مسلمانوں کا لیڈر اور رئیسِ اعظم۔

عبداللہ بن ابی مدینے کا سب سے بڑا بااثر شخص تھا۔ جس وقت نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے اس سے کچھ پہلے تمام شہر نے اس بات پر اتفاق کرلیا تھا کہ عبداللہ بن ابی کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا جائے، لیکن نبی ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے یہ اسکیم فیل ہوگئی۔ مدینہ میں اسلام کا غلبہ ہوگیا اور عبداللہ بن ابی کی تمنا دل کی دل ہی میں رہ گئی، چونکہ اس کا یہ ارمان نبی کریم ﷺ اور اسلام

کی وجہ سے پورا نہ ہوسکا تھا، اس لیے وہی اب کانٹا بن کر اس کے دل میں کھٹکنے لگا۔ جب نبی کریم ﷺ نے بدر کی لڑائی جیتی اور اس لڑائی میں قریش مکہ کے بڑے بڑے آدمی مارے گئے تو عبداللہ بن ابی کو یہ یقین ہوگیا کہ اب اسلام کے پھیلنے کو کوئی روک نہ سکے گا۔ اس خیال میں وہ اکیلا نہ تھا۔ مدینے کے بہت سے لوگ اس طرح سوچ رہے تھے۔ منافق میں ایک خاص یہ بات ہوتی ہے کہ وہ بزدل ہوتا ہے۔ وہ خوف کے مارے زبان سے کچھ کہتا ہے اور اس کے دل میں کچھ ہوتا ہے۔ یہی حال مدینہ کے ان لوگوں کا تھا جو مدینہ میں اسلام کے پھیلاؤ کو دیکھ کر انگاروں پر لوٹتے تھے، لیکن وہ کچھ کر بھی نہ سکتے تھے۔ چنانچہ بدر کی لڑائی کے بعد ایسے سارے بزدل بظاہر مسلمان ہوگئے لیکن اسلام دشمنی میں جب موقع پاتے اسلام اور اسلام لانے والے (نبی ﷺ) کو ہر طرح کا نقصان پہنچانے سے باز نہ آتے تھے۔ ان سارے منافقین کا ٹڈھ یہی عبداللہ بن ابی تھا۔ اس نے جنگ بدر کے بعد اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا لیکن دل سے کافر ہی رہا۔

جنگِ بدر کے موقع پر قریش نے عبداللہ بن ابی کو خط لکھا کہ ''تم نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ ہم اپنے لات و منات اور عزیٰ کی قسم کھاتے ہیں کہ یا تم لوگ ان کو قتل کر ڈالو یا مدینے سے نکال

دو، ورنہ ہم سب لوگ تم پر حملہ کردیں گے اور تم کو فنا کر کے تمھاری عورتوں کو لونڈیاں بنالیں گے۔"

اس خط کا حال نبی ﷺ کو معلوم ہوتو نبی ﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس گئے۔ اسے سمجھایا کہ کیا تم خود اپنے بیٹوں اور بھائیوں سے لڑو گے! چونکہ مدینہ کے بیشتر لوگ مسلمان ہوگئے تھے، اس لیے عبداللہ نبی ﷺ کا مطلب سمجھ گیا اور قریش کے خط کے مطابق عمل نہ کرسکا۔

عبداللہ بن ابی یہی نہیں کہ صرف قریش مکہ ہی سے سازباز رکھتا تھا، وہ مدینہ کے آس پاس کے اسلام دشمن یہودیوں سے بھی ملا ہوا تھا اور انھیں مسلمانوں سے لڑنے پر اکسایا کرتا تھا۔ ایک بار اس نے یہودیوں کے مشہور قبیلہ بنونضیر (جن کے پاس نہایت مضبوط قلعے تھے اور جو نبی ﷺ سے معاہدہ کرنے جارہے تھے) کہلا بھیجا کہ "تم اطاعت مت کرنا، ہمارے پڑوسی بنوقریظہ تمھارا ساتھ دیں گے اور میں دو ہزار آدمی لے کر تمھاری مدد کو آؤں گا۔" اسی موقع پر قرآن کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

"تم نے دیکھا! منافق اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ تم (مسلمانوں سے لڑنے) نکلو گے تو ہم بھی تمھارے ساتھ نکلیں گے اور

ہم تمھارے سامنے کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے کوئی لڑا تو ہم بھی تمھاری مدد کو آئیں گے۔" (سورۂ حشر)

لیکن ہوا یہ کہ بنوقریظہ سے نبی ﷺ نے معاہدہ کرلیا۔ اس قبیلے نے بنونضیر کا ساتھ نہ دیا۔ منافقین کھلم کھلا اسلام کے مقابلے میں آنے کی جرأت نہ کرسکتے تھے۔ اس طرح عبداللہ بن ابی کا یہ منصوبہ بھی خاک میں مل گیا۔

عبداللہ بن ابی اتنا فتنہ پرور آدمی تھا کہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف چھوٹے سے چھوٹا موقع بھی ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔ اسے بس ایک ہی دھن تھی کہ کسی طرح مسلمانوں کی قوت کو ختم کردیا جائے۔ اسی لیے وہ ایک طرف کافروں سے ملا ہوا تھا اور دوسری طرف مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی تدبیریں بھی کیا کرتا تھا۔

ایک بار ایک چشمے سے پانی لینے میں ایک مہاجر اور ایک انصاری میں کچھ جھگڑا ہوگیا لیکن سمجھ دار لوگوں نے بڑھ کر صلح کروا دی۔ عبداللہ بن ابی نے سنا تو باوجود صلح کے انصار کے پاس گیا اور بولا: "تم نے یہ بلا خود مول لی ہے، مہاجرین کو بلا کر تم نے اتنا شیر کردیا ہے کہ اب وہ تم سے خود برابر کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اب بھی موقع ہاتھ سے نہیں گیا۔ تم ان کی مدد سے باز آجاؤ تو وہ خود یہاں سے نکل جائیں گے۔"

یہ بات لوگوں نے نبی ﷺ سے جا کر کہی۔ اس وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ وہ غصے سے بیتاب ہو گئے۔ عرض کیا: "یارسول اللہ! کسی کو حکم دیجیے کہ اس منافق کی گردن اڑا دے۔" نبی ﷺ نے فرمایا: "کیا تم یہ چرچا پسند کرو گے کہ محمد اپنے ساتھ والوں کو قتل کر دیا کرتے ہیں۔"

یہ بھی ایک عجیب بات تھی کہ عبداللہ بن ابی جس درجے کا منافق اور دشمن اسلام تھا اس کے صاحبزادے جن کا نام بھی "عبداللہ" تھا، اسی قدر اسلام کے جاں نثار تھے۔ نبی ﷺ کی ناراضی کی بنا پر یہ خبر پھیل گئی کہ نبی ﷺ عبداللہ بن ابی کے قتل کا حکم دینے والے ہیں۔ یہ سن کر وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: "دنیا جانتی ہے کہ میں باپ کا کس قدر خدمت گزار ہوں لیکن اگر آپ (ﷺ) کی یہی مرضی ہے تو مجھے کو حکم ہو، میں ابھی اس کا سر کاٹ کر لاتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ (ﷺ) کسی اور کو حکم دیں اور میں غیرت اور محبت کے مارے قاتل کو قتل کر دوں۔" یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: "اطمینان رکھو! میں اس کے قتل کا حکم نہ دوں گا بلکہ اس سے حسنِ سلوک کروں گا۔"

ایک دوسرے موقع پر تو اس منافق نے نبی ﷺ کی عزت و آبرو

پر زبردست حملہ کیا اور کچھ ایسی حکمت عملی سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی کہ اگر اللہ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو اس کم بخت نے سارا کیا دھرا ملیا میٹ کر دیا تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسلام کے مردِ اولیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیاری بیٹی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی بیوی تھی۔ عبداللہ بن ابی کی حکمت یہ تھی کہ اگر یہ داؤ چل گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کوئی نہ کوئی معاملہ کریں گے۔ اس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ناچاقی یقینی ہے اور اس ناچاقی کا نتیجہ عبداللہ بن ابی کے خیال میں اسلام کے شیرازے کا بکھر جانا تھا، لیکن اللہ نے اس مکّار کی چال کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور برأت سے متعلق آیتیں نازل ہوئیں اور اس طرح رئیس المنافقین، پھر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ اس فتنے کا بانی وہی تھا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کچھ نہ کہا اور اس کے معاملے کو اللہ پر چھوڑ دیا۔

قربان جایئے اللہ کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ پر! یہی رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جو تمام عمر اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے درپے رہا، جب مرا تو اس کے بیٹے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے جنازے کی نماز پڑھانے کے لیے گزارش

کی۔ نبی ﷺ نے نہ صرف یہ کہ اس کے جنازے کی نماز پڑھائی بلکہ اپنا کرتہ اس کے کفن کے لیے عنایت فرمایا۔

یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بڑا تعجب ہوا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی حیرت کو دبا نہ سکے، عرض کیا: ''یا رسول اللہ! آپ اس کے جنازے کی نماز پڑھتے ہیں جبکہ اس نے یہ کیا، یہ کیا اور یہ کیا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حیرت پر نبی ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ''ہٹو اے عمر۔'' یعنی یہ کہہ کر نبی ﷺ نے ٹالنا چاہا مگر عمر رضی اللہ عنہ برابر اصرار کرتے رہے تو فرمایا: ''اگر مجھے اختیار دیا جاتا اور معلوم ہوتا کہ اگر ستر بار بھی نماز پڑھوں تو اس کی بخشش ہو سکتی ہے تو میں اس سے زیادہ بار پڑھتا۔''

لیجیے بات صاف ہوگئی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنھم کو اطمیان ہوگیا کہ نبی ﷺ کا یہ فعل اپنے اس جاں نثار صحابی کی محض دلجوئی ہے، جو اس بدنصیب کے خوش نصیب بیٹے تھے اور جن کا نام بھی ''عبداللہ'' تھا، یعنی عبداللہ بن ابی۔ ورنہ عبداللہ بن ابی کی جہنمی ہونے میں شک نہیں۔

❋❋❋

ایک جھوٹا نبی

مسیلمہ کذاب

مسیلمہ کذاب یمانہ کا رہنے والا تھا۔ سن 10 ہجری میں یمامہ کے کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے۔ انھی لوگوں میں مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ قریب قریب سارا عرب اسلامی حکومت کے تحت آ چکا تھا اور نبی ﷺ اس اسلامی مملکت میں اللہ کا حکم چلا رہے تھے۔

اس وقت جو لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں آتے تھے، وہ نبی ﷺ سے دین کی تعلیم حاصل کرتے اور قرآن سیکھتے تھے۔ یمامہ کے لوگوں کو قرآن سکھانے کے لیے نبی ﷺ نے مدینہ کے مشہور قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ لوگ ان سے قرآن سیکھتے لیکن مسیلمہ کذاب پڑاؤ کی جگہ پر سامان کی حفاظت کے بہانے پر پڑا رہتا۔ خوش نصیب یمامہ والے نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبتوں میں ایمان کی دولت لوٹتے اور مسیلمہ پڑاؤ پر پڑا پڑا نہ جانے کیا سوچا کرتا۔ سب

سے الگ شاید وہ یہ سوچا کرتا تھا کہ ”محمد ﷺ کو نبی ہونے سے یہ حکومت مل گئی۔ اگر میں بھی نبی ہونے کا اعلان کردوں تو جس طرح محمد ﷺ نے اپنے بہت سے جاں نثار ساتھی پیدا کرلیے ہیں، میں بھی پیدا کرسکتا ہوں اور حکومت حاصل کرسکتا ہوں۔“

اللہ ہم سب کو شیطان کے وسوسوں اور اس کے پھندوں سے بچائے (آمین) لیکن مسیلمہ شیطان کے چکر میں آ گیا اور جب کچھ دنوں کے بعد اپنے وطن واپس گیا تو اپنے نبی ہونے کا اعلان کردیا۔ اس کی قوم کے بہت سے لوگ اس کے طرف دار ہوگئے۔ اس نے نبی کریم ﷺ کو خط لکھا کہ ”نبوت میں، میں بھی آپ کا شریک ہوں، اس لیے آدھا ملک قریش کا اور آدھا میرا رہے گا۔“ نبی ﷺ نے اس کے خط کا جواب یوں دیا: ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے یہ خط مسیلمہ کذاب کے نام ہے۔ سلام ہو اس پر جو اللہ کی ہدایت کا تابعدار ہو۔ اس کے بعد یہ کہ زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے جس بندے کو چاہتا ہے، اس کا وارث بناتا ہے اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرنے والوں کے لیے ہی بہتری کا انجام ہے۔“

اس خط کے کچھ عرصہ بعد نبی کریم ﷺ کا انتقال ہوگیا چونکہ نبی ﷺ نے اپنے خط میں مسیلمہ کو کذاب فرمایا تھا، اس لیے مسیلمہ کذاب

ہی مشہور ہوگیا۔ نبی ﷺ کے انتقال کی خبر مشہور ہوئی تو عرب میں چاروں طرف ہل چل مچ گئی۔ نئے نئے مسلمان ہونے والے اور کمزور ایمان رکھنے والے لوگ مرتد ہونے لگے اور بہت سے لوگوں نے اسلامی حکومت کے بیت المال میں زکوٰۃ کی رقم بھیجنے سے انکار کردیا۔

نبی کریم ﷺ کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو انھوں نے خلیفہ منتخب ہوتے ہی زکوٰۃ نہ دینے والوں اور مرتد ہونے والوں کی طرف توجہ کی۔ اس سلسلے میں سیدنا عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کو کچھ مجاہدوں کے ساتھ مسیلمہ کذاب کی طرف روانہ کیا وہ جاکر اس کے سر کا خناس نکال دیں۔ سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے یمامہ پہنچ کر اس پر حملہ کردیا، لیکن مسیلمہ نے اس اسلامی دستے کو شکست دے دی۔ اسلامی دستے کے ہار جانے سے مسیلمہ کذاب کا اثر بہت بڑھ گیا اور اب لوگ آآ کر اس کے لشکر میں شامل ہونے لگے۔ بہت جلد اس نے چالیس ہزار کی تعداد میں فوج جمع کرلی۔ اس فوج میں زیادہ تر ایسے لوگ تھے جو مسیلمہ کذاب کو جھوٹا سمجھتے تھے اور اس کے نبی ہونے پر ایمان نہیں لائے تھے، لیکن چونکہ مسیلمہ ان کی قوم کا آدمی تھا اس لیے وہ اپنے قوم کے آدمی کی مدد کے لیے جان و مال سے تیار ہوگئے تھے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عکرمہ رضی اللہ عنہ کے شکست کھانے کی خبر ملی

تو انھوں نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب کے مقابلے کے لیے روانہ کیا، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یمامہ پہنچتے پہنچتے تیرہ ہزار مجاہد اپنی فوج میں شامل کر لیے تھے۔ مسیلمہ کذاب اپنے باٹ میں تھا اور وہیں اس نے اپنے لشکر کو ٹھہرایا تھا۔ اس کے جاسوسوں نے اسلامی لشکر کے آنے کی خبر دی تو اس نے آگے بڑھ کر اپنی چالیس ہزار فوج کو تیرہ ہزار مسلمانوں پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ لشکر اسلام سے مرتدین کی یہ ٹکر ماہ ذی الحجہ سن 11 ہجری میں ہوئی تھی۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس حملہ کو بڑی ثابت قدمی سے روکا اور پھر مجاہدین کو لے کر خود مسیلمہ کذاب کے لشکر پر پل پڑے۔ اس بار مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا۔ مسیلمہ کذاب کے جانبازوں کے قدم اکھڑ گئے، وہ بری طرح پیچھے ہٹے اور باغ میں داخل ہو گئے مسلمان بھی دروازہ توڑ کر اندر گھس گئے۔ مسیلمہ کے لوگوں نے اس سے پوچھا: ''فتح کا وہ وعدہ کب پورا ہوگا جو تیرا خدا تجھ سے کر چکا ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ یہ وقت ایسی باتوں کے پوچھنے کا نہیں ہے۔ ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے اہل و عیال کے لیے لڑے۔ اس کے بعد مسیلمہ ہتھیار سجے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوا اور فوج میں آ کر جوش دلانے لگا۔ اسے دیکھ کر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس پر دباؤ ڈالا۔ مجاہدین باغ کی دیواریں توڑ

توڑ کر چاروں طرف سے باغ میں آ گئے تھے اور انھوں نے دیواریں گرا دیں تھی۔ یہ دیکھ کر مسیلمہ کو اپنی شکست کا یقین ہو گیا۔ اس نے چاہا کہ چپکے سے نکل جائے لیکن سیدنا وحشی رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ لیا اور بڑھ کر اسے قتل کر دیا۔ اس کا قتل ہونا تھا کہ میدان صاف ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد دیکھا گیا تو باغ کے اندر چاروں طرف اسلامی لشکر پھیلا ہوا تھا۔ اس وقت عرب میں جتنے لوگ مرتد ہو گئے تھے، انھوں نے لشکر اکٹھا کر کے اسلامی لشکر سے جنگ کی تھی، ان میں سے زبردست جنگ مسلمانوں کو مسیلمہ کذاب ہی سے لڑنا پڑی۔ اس لڑائی میں سترہ ہزار مرتد مارے گئے اور ایک ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ ان شہید ہونے والے مسلمانوں کی یہ تعداد بہت زیادہ تھی۔

یہ ہوا انجام مسیلمہ کذاب کی جھوٹی نبوت کا۔ اس زمانے میں اور بھی کچھ لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کر کے چاہا تھا کہ عروج حاصل کریں لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب کے سر کا خناس نکال دیا۔ عرب میں پھر امن و امان قائم ہوا اور چاروں طرف اللہ کے قانون کی برکتیں دیکھی جانے لگیں لیکن اس سے پہلے مرتد ہونے والوں نے اپنی عاقبت خراب کر لی، جن میں مسیلمہ کذاب سب سے زیادہ مشہور ہے۔

❋❋❋

جسے اپنے مرتد ہونے پر افسوس رہا

جبلہ بن ایہم

جبلہ بن ایہم ایک بادشاہ تھا۔ ''غسان'' کا زبردست بادشاہ۔ یہ وہ غسانی بادشاہ تھا جس کے حملے کا خطرہ نبی کریم ﷺ کو اپنے مبارک زمانے میں رہا کرتا تھا۔ یہی خطرناک بادشاہ بالآخر اسلام کی خوبیوں کو دیکھ موم ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ مسلمان ہو جائے۔

جس وقت اس نے مسلمان ہونے کا ارادہ کیا اس وقت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے۔ اس نے امیرالمؤمنین کی خدمت میں خط لکھا کہ ''میں آپ کی خدمت میں مسلمان ہونے کے لیے حاضر ہونا چاہتا ہوں۔'' یہ خط اس نے ایک قاصد کو دیا اور اسے تاکید کہ جتنی جلدی ہو سکے اس کا جواب لے آؤ۔

قاصد کو روانہ کرنے کے بعد جبلہ بن ایہم یہ سوچ رہا تھا کہ دیکھنا چاہیے امیرالمومنین اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنا خطرناک دشمن سمجھ کر کچھ اور جواب دیں، لیکن جب قاصد نے

لا کر جوابی خط دیا تو اس نے پڑھا تو لکھا پایا کہ ”تم فوراً چلے آؤ۔ مسلمان ہونے کے بعد تم ہمارے بھائی بن جاؤ گے اور ہر دکھ اور سکھ میں ہمارے ساتھ شریک رہو گے۔“

یہ جواب پا کر جبلہ بن ایہم خوش بھی ہوا اور حیران بھی۔ اسے حیرانی یہ ہوئی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی شرط پیش نہیں کی۔ نہ دھمکی دی اور نہ کسی قسم کا الزام ہی لگایا، بلکہ محبت و مواسات کے الفاظ لکھ بھیجے۔ اس کی ڈھارس بندھی۔ وہ اپنے پانچ سو خاص جاں نثاروں کے ہمراہ پورے شاہانہ ٹھاٹ کے ساتھ مدینہ کی طرف چلا، مدینہ سے کچھ فاصلے پر جا کر رکا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے آنے کی اطلاع دی۔

مدینہ کے لوگوں کو جبلہ بن ایہم کے آنے کی خبر ہوئی تو سب بہت خوش ہوئے۔ انھیں خوشی یہ تھی کہ وہی جبلہ، غسان کا زبردست بادشاہ، جو مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا اور اس کی طرف سے مدینہ پر چڑھائی کا ہر وقت کھٹکا لگا رہتا تھا وہی آج مدینہ میں آ رہا ہے۔ حملہ آور کی حیثیت سے نہیں بلکہ اسلام کا غلام بن کر آ رہا ہے۔ چھوٹے بڑے اسے دیکھنے کے لیے راستے کے دونوں طرف کھڑے ہو گئے۔ بہت سے لوگ چھتوں پر کھڑے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

جبلہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ زربفت اور ریشم کی سرخ

اور زرد وردیاں پہن لیں، چاندی سے بجی سجائی پیٹیاں لگا لیں، اپنے گھوڑوں پر مخمل کی جھولیں ڈالیں اور ان کی گردنوں میں سونے کے طوق پہنا دیں۔

ساتھیوں سے یہ کہا اور خود جواہرات کا جڑاؤ تاج اپنے سر پر رکھا، کبوتر کے انڈے کے برابر دو نہایت اور بیش قیمت موتی تاج کے دونوں طرف لٹکائے، شاہانہ لباس پہنا اور بڑے ٹھاٹھ سے مدینے میں داخل ہوا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مہمان کی بڑی خاطر کی۔ اس کے آنے سے مدینے میں کئی روز تک بڑی چہل پہل رہی۔

جبلہ مدینہ میں ہی ٹھہرا ہوا تھا کہ حج کا زمانہ آ گیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حج کو تشریف لے گئے تو اسے بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ لیکن حج ہی کے دنوں میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے جبلہ بن ایہم کی قسمت کا پانسہ پلٹ دیا۔ ہوا یہ کہ طواف کرتے وقت جبلہ کے پیچھے پیچھے ایک نوجوان عرب بھی طواف کر رہا تھا۔ اتفاق کی بات کہ اچانک اس کا پاؤں جبلہ کے تہ بند پر جا پڑا جس سے جبلہ کا تہ بند کھل گیا۔ غسان کے بادشاہ کو غصہ آ گیا اور اس نے نوجوان کے منہ پر طمانچہ کھینچ مارا اور طمانچہ بھی اس زور کا کہ اس نوجوان کی ایک آنکھ جاتی رہی۔

نوجوان طواف کی حالت میں کچھ نہ بولا لیکن جب اپنے قبیلے

میں گیا اور سارا حال کہا تو اس کے قبیلے میں اس واقعہ سے آگ لگ گئی۔ کئی سو آدمی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور جبلہ پر دعویٰ کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جبلہ کو طلب کیا اور پھر اس سے اس طرح بات چیت کی:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: ''تم نے اس نوجوان کی آنکھ کیوں پھوڑ دی؟''

جبلہ: ''اس نے میرے ساتھ بدتمیزی کی۔ بھرے مجمع میں مجھے رسوا کیا۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: ''نوجوان نے سارا حال ہمیں بتایا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ غلطی سے اس کا پاؤں تمھارے تہ بند پر جا پڑا، اتنی سی غلطی پر اتنی بڑی سزا تو ظلم ہے۔

جبلہ: ''تو خیر کیا ہوا! ایک غریب آدمی کو خوش کرنے کے لیے اس واقعہ کو اتنی اہمیت کیوں دی جا رہی ہے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: اسلام امیر اور غریب کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتا۔ اسلام میں اگر بڑائی ہوسکتی ہے تو ''اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ'' کی بنا پر ہی ہوسکتی ہے۔ اسلام میں تقویٰ اور عملِ صالح ہی انسان کا مرتبہ بلند کرتے ہیں۔ مال و دولت، نسل و خاندان اور رنگ و روپ کی

بنا پر کسی کو کسی پر بڑائی نہیں۔"

جبلہ: "تو آپ کا مطلب کیا ہے؟"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: "تو پھر اس نوجوان سے معافی مانگو اور اسے کچھ دے کر راضی کرلو، ورنہ آنکھ کے بدلے آنکھ۔"

جبلہ: "تو کیا میں اس غریب نوجوان سے معافی مانگوں جس کی چادر میں پیوند لگے ہوئے ہیں؟ یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: "تو پھر آنکھ کے بدلے آنکھ دینے پر تیار ہو جاؤ۔"

جبلہ: "میں غسان کا بادشاہ، میرا باپ بادشاہ، میرا دادا بادشاہ! یہ ایک غریب مرد رہا۔ میری آنکھ اس کی آنکھ کے برابر کیسے ہوسکتی ہے! اس کی آنکھ کے بدلے میں میری آنکھ کیسے نکالی جاسکتی ہے!"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: "میں نے تم سے پہلے کہہ دیا کہ اسلام کی نظر میں ادنیٰ اور اعلیٰ سب برابر ہیں۔ تم میرا وقت خراب نہ کرو۔ تم یا تو اس نوجوان کو راضی کرو یا پھر سزا کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

جبلہ: "اگر آپ کا اسلام ایسا ہے تو جو زیردستوں کے

مقابلے میں زبردستوں کی پروا نہیں کرتا اور بڑے لوگوں اور حاکموں کو خاص حقوق نہیں دیتا تو ایسے اسلام کو میرا اسلام۔ میں پھر نصرانی ہو جاؤں گا۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: "اگر تو اسلام سے پھر جائے تو جو مرتد کی سزا ہے، تجھے دی جائے گی، میں تیری گردن اڑا دوں گا۔"

یہ فیصلہ سن کر غسان کے بادشاہ کو پہلی بار یہ احساس ہوا کہ وہ اسلامی عدالت میں کھڑا ہے اور مسلمانوں کے خلیفہ سے بات کر رہا ہے۔ مرتد کی سزا کے نام سے اسے جھرجھری سی آئی، وہ تاڑ گیا کہ اس وقت معاملہ نازک ہے۔ اس نے کہا: "بہت اچھا، مجھے آج سوچنے کا موقع دیجیے۔ میں کل اس کا جواب دوں گا۔" سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے ایک دن کے لیے سوچنے کی مہلت دے دی۔

مہلت لے کر اپنے پڑاؤ پر گیا تو آتے ہی اس نے بھاگنے کی تیاری شروع کر دی۔ رات کو اپنے پانچ سو جاں نثاروں کے ساتھ مکہ سے نکل گیا۔ غسان بھی نہیں گیا بلکہ سیدھا روم جا پہنچا جہاں شہنشاہ ہرقل حکومت کرتا تھا۔ ہرقل نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ بڑی آؤ بھگت کی۔ ایک بڑے محل میں اسے ٹھہرایا اور غسان کی ریاست سے بڑی جاگیر اسے دی۔ یہاں پہنچ کر جبلہ عیسائی ہو گیا اور غسان سے بھی

زیادہ ''شان وشوکت'' کے ساتھ رہنے لگا۔

جبلہ بن ایہم ہرقل کے ہاں رہ رہا تھا کہ ایک بار سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قاصد ہرقل کے پاس پہنچا، یہ قاصد سیدنا جثامہ رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدنا جثامہ رضی اللہ عنہ ہرقل سے گفتگو کر رہے تھے کہ اس نے کہا: ''جثامہ! تم اپنے پڑوسی بادشاہ جبلہ بن ایہم سے بھی ملے ہو؟'' سیدنا جثامہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''نہیں تو، کیا وہ یہیں ہے؟'' ہرقل نے بتایا: ''ہاں، وہ یہیں ہے، تم اس سے مل کر خوش ہو گے۔''

اصل میں اس ملاقات کا مطلب یہ تھا کہ ہرقل سیدنا جثامہ رضی اللہ عنہ پر یہ جتانا چاہتا تھا کہ جس شخص کی تم نے عزت نہیں کی اور ایک معمولی سی بات پر اسے خفا کر دیا، ہم نے اس کی بڑی خاطر کی اور وہ بڑے ٹھاٹ سے رہ رہا ہے۔

ہرقل نے ایک آدمی ساتھ کر دیا۔ وہ سیدنا جثامہ رضی اللہ عنہ کو جبلہ کے محل میں لے گیا۔ جثامہ رضی اللہ عنہ نے جبلہ کے محل کی شان وشوکت دیکھی تو اس کے سامنے ہرقل کے دربار کا رنگ پھیکا نظر آیا۔ شروع پھاٹک سے جبلہ کے تخت تک مخمل کے قالینوں کا ایسا فرش تھا کہ اس پر چلنے سے پاؤں دھنستے تھے۔ سامنے بلور کا تخت بچھا ہوا تھا۔ تخت پر سونے کی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ہیروں اور جواہرات کی جڑاؤ کرسی پر جبلہ

بن ایہم بیٹھا ہوا تھا۔ تخت کے دونوں طرف خوب صورت غلام ریشم اور زربفت کی وردیاں پہنے، چاندی کی پیٹیاں کسے ہوئے کھڑے تھے۔ چاروں طرف دیبا اور حریر کے ہزاروں پردے لٹک رہے تھے اور عود و عنبر کی خوشبو سے محل بسا ہوا تھا۔ جبلہ نے حضرت جثامہ رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھا تو تخت پر کھڑا ہو گیا، ملا اور اپنے برابر کی کرسی پر بٹھا لیا اور پھر دونوں میں اس طرح بات چیت شروع ہوئی۔

جبلہ: "کہو جثامہ! مزاج اچھا ہے؟"

جثامہ رضی اللہ عنہ: "الحمد للہ! بخیریت ہوں۔"

جبلہ: "مسلمانوں کا کیا حال ہے؟"

جثامہ رضی اللہ عنہ: "اچھے ہیں اور اللہ کے فضل سے اب ان کی تعداد میں دن دونی اور رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔"

جبلہ: "اور عمر (رضی اللہ عنہ) زندہ ہیں؟"

جثامہ رضی اللہ عنہ: "اللہ کی فضل و کرم سے امیر المؤمنین خوش و خرم ہیں۔ مجھے سیدنا عمرؓ ہی نے ہرقل کے پاس قاصد بنا کر بھیجا ہے۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی سلامتی کا حال سن کر جبلہ کے چہرے پر کچھ اداسی سے آئی، وہ کچھ دیر کے لیے رکا۔ اسے عرصے سے سیدنا جثامہ رضی اللہ عنہ کی نظر سونے کی کرسی پر پڑی۔ وہ "لاحول ولا قوۃ" پڑھ کر اٹھے

اور تخت پر بیٹھ گئے۔ جبلہ نے وجہ پوچھی تو فرمایا: ’’ہمارے رسول سیدنا محمد ﷺ نے سونے چاندی کی کرسیوں پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔‘‘

جس وقت سیدنا جثامہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کا نام لیا تو چپکے سے جبلہ نے بھی ’’صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ کہا۔ سیدنا جثامہ رضی اللہ عنہ نے سن لیا۔ انھوں نے تاڑ لیا کہ ابھی اسلام کا اثر اس کے دل میں باقی ہے۔ اس لیے انھوں نے پھر اسے اسلام کی دعوت پیش کی، فرمایا: ’’جبلہ! تم اسلام لانے اور ہدایت پانے کی بعد نصرانی کیوں ہو گئے؟‘‘ میں تمھیں ایک دوست کی حیثیت سے تمھاری ہی بھلائی کے لیے مشورہ دیتا ہوں کہ تم پھر مسلمان ہو جاؤ۔‘‘

یہ سن کر جبلہ نے ٹھنڈی سانس بھری اور بولا: ’’جثامہ! ایسی بُری حرکتیں کرنے کے بعد بھی میں مسلمان ہوسکتا ہوں؟ جثامہ! سچ بتانا، تمھارا دین مجھ جیسے گندے آدمی کو پھر قبول کر لے گا؟ نہیں جثامہ! اب یہ بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔‘‘

سیدنا جثامہ رضی اللہ عنہ اس کی باتوں سے صاف طور پر سمجھ گئے کہ وہ مرتد ہونے کے بعد اور شاہانہ ٹھاٹ کے ہوتے ہوئے بھی خوش نہیں ہے۔ انھوں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ نصیحت اور خیر خواہی کے بعد وہ پھر مسلمان ہو جائے، چنانچہ انھوں نے سمجھایا: ’’جبلہ! کیسی نادانی کی

باتیں کر رہے ہو۔ اللہ کی قسم! اشعث بن قیس بھی تمھاری طرح مرتد ہوگیا تھا۔ اس نے تو مسلمانوں سے جنگ بھی کی تھی لیکن پھر اس نے اسلام کو قبول کرلیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہ صرف یہ کہ اس کی ساری شرارتوں کو معاف کر دیا بلکہ اپنی بہن ام فزدہ رضی اللہ عنہا سے اس کی شادی کر دی۔ اے جبلہ! دنیا کے اس ٹھاٹ باٹ پر نہ بھولنا، یہ محض دھوکا ہے۔ ہے یہ کچھ، لیکن نظر آتا ہے کچھ۔"

اس طرح سیدنا جثامہ رضی اللہ عنہ دیر تک اسے سمجھاتے رہے۔ جبلہ غور سے سنتا رہا پھر بولا: "جثامہ! اگر میں پھر مسلمان ہوسکتا ہوں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا، لیکن میری دو شرطیں ہیں۔"

"وہ کیا؟" سیدنا جثامہ رضی اللہ عنہ نے فوراً پوچھا۔ بولا: "پہلی شرط تو یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیں اور دوسری شرط یہ ہے کہ اپنے بعد مجھے خلیفہ نامزد کر دیں۔"

ان شرطوں کی اصل غائت یہ تھی کہ جبلہ کو وہ سزا یاد آرہی تھی کہ جو ایک نوجوان کی آنکھ پھوڑنے کے سلسلے میں اسے دی جانے والی تھی۔ اسے خطرہ تھا کہ وہ مقدمہ کہیں پھر نہ پلٹ آئے۔ یہ دونوں شرطیں اسی بچاؤ کے لیے کر رہا تھا۔ کاش کہ بدنصیب اس خطرے کا تذکرہ بھی جثامہ رضی اللہ عنہ سے کر دیتا۔ سیدنا جثامہ رضی اللہ عنہ بے چارے اس

کے دل کا حال کیا جانیں؟ انھوں نے اس کی شرطوں کو سنا اور جواب دیا ''میں اپنے بس سے زیادہ وعدہ نہیں کرسکتا۔ تمھارا نکاح تو میں امیرالمومنین کی بیٹی سے کراسکتا ہوں لیکن ولی عہد کا معاملہ ٹیڑھا ہے۔ اس کی ذمہ داری میں نہیں لیتا۔''

''تو پھر مشکل ہے۔'' جبلہ کی زبان سے نکلا۔ اس نے بڑے ٹھاٹ سے جثامہ رضی اللہ عنہ کی دعوت کی۔ رخصت ہوتے ہوئے بہت سے تحفے اور ایک ہزار اشرفیاں منگائیں اور کہا: ''یہ تحفے اور اشرفیاں میری طرف سے شاعر رسول ﷺ سیدنا حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کو دینا اور میرا اسلام کہہ دینا۔'' یہ کہہ کر جبلہ نے سیدنا جثامہ رضی اللہ عنہ کو رخصت کیا۔

جثامہ رضی اللہ عنہ روم سے واپس ہوکر جب مدینہ پہنچے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سارا حال کہہ سنایا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ جبلہ پھر مسلمان ہونے کے لیے بے چین ہے لیکن اس کی یہ دو شرطیں ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جثامہ! تمھیں اس کی دونوں شرطیں منظور کرلینی تھیں۔ دیکھو! وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے۔ ہم اگر اسے نامزد بھی کردیں تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ موت کا کیا! نہ جانے کس وقت آجائے؟ اللہ کا بندہ اللہ کے عذاب سے بچ جائے اور ہمیں اس سلسلے میں کچھ صلہ مل جائے، یہی ہمارے لیے بہت ہے۔'' اس کے

بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہرقل کے پاس پھر ایک قاصد روانہ کیا اور اس سے کہہ دیا کہ پہلے جبلہ سے ملنا اور وہ جو شرطیں پیش کرے، منظور کر لینا اور اسے مسلمان کر کے مدینہ لے آنا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قاصد جس وقت روم پہنچا تو اس نے دیکھا کہ شہر پناہ کے پھاٹک سے ایک جنازہ بڑی دھوم سے نکلا۔ بڑے بڑے لوگ جنازے کے ساتھ تھے اور سرکاری انتظام سے جنازے کو لے جایا جارہا تھا۔ قاصد نے کسی سے پوچھا: ''کس کا جنازہ ہے؟''

جواب ملا: ''جبلہ بن ایہم غسان کے بادشاہ کا۔''

''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھ کر قاصد جبلہ کی بدنصیبی پر بڑے افسوس اور حسرت کے ساتھ اپنے ہاتھ ملنے لگا۔

بدنصیب شاہ غسان کا قصہ ختم ہوا۔ اگرچہ پھر وہ مسلمان نہ ہوسکا مگر اس کا واقعہ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ساری نعمتوں کے مہیا ہونے کے باوجود جس چیز کا نام ''سچا سکھ'' ہے وہ اسے حاصل نہ ہوسکا۔ مرتد ہونے کے بعد جس سکون کی اسے تلاش تھی، وہ پھر نہ پاسکا۔ وہ روم کے محلوں اور پریوں کے جھرمٹ میں بھی مدینہ کی سادہ زندگی کو یاد کرتا تھا اور اکثر رویا کرتا تھا۔

❋❋❋

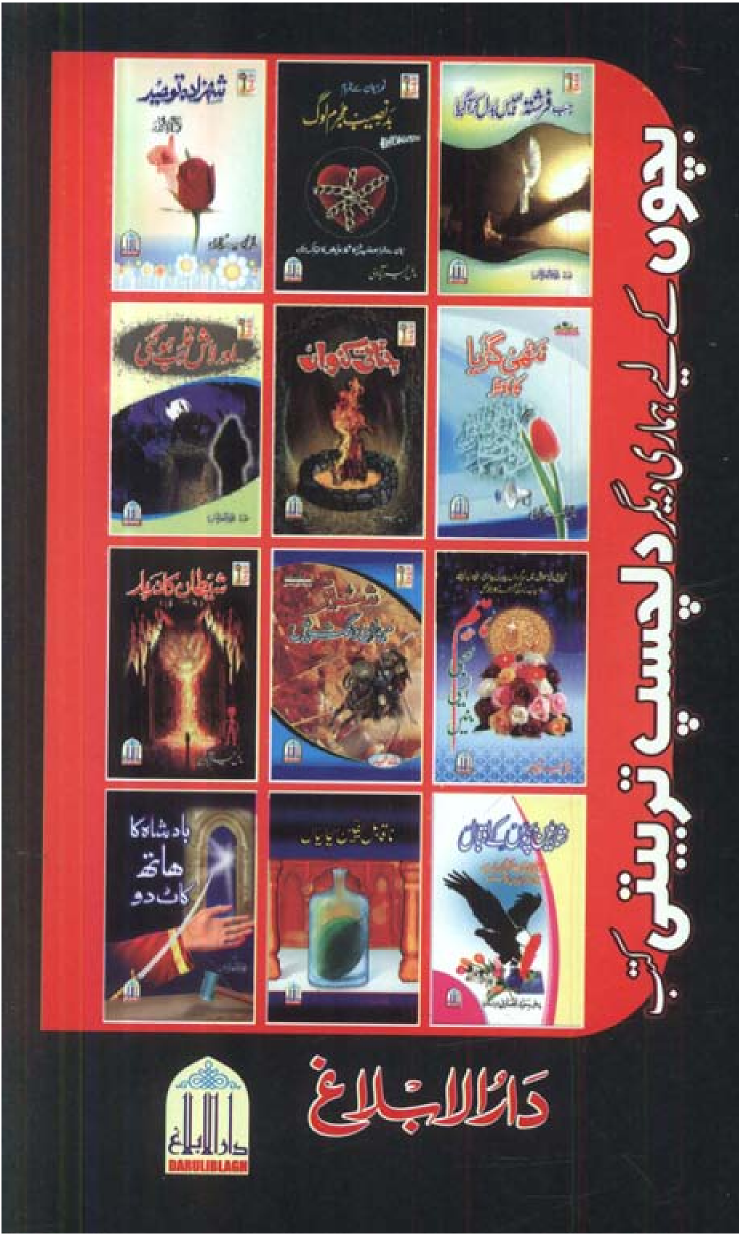
آخری بات

یہ ہیں عبرت ناک واقعات جنھیں پڑھ کر ڈر لگنے لگتا ہے، پڑھا آپ نے کہ شیطان نے تکبر پر تکبر کر کے کس ڈھٹائی سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں کہا تھا کہ میں انسان کو دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے اور چھپ کر حملہ کروں گا اور اسے خواہشات کے چکر میں پھنسا دوں گا۔ شیطان گھات میں ہے۔ انسان کو طرح طرح کے سبز باغ دکھاتا ہے اور اس کے دل میں نت نئے وسوسے پیدا کرتا رہتا ہے۔ انسان کو ذرا بھی غافل پاتا ہے تو اپنی چھپی چالوں سے اسے لے ہی ڈوبتا ہے۔ کیسے کیسے لوگوں کو اس نے گمراہ کیا۔ نبیوں کی اولاد اس نے تباہ کی، بڑے بڑے سمجھ داروں کو اس نے پچھاڑ دیا۔ بڑے بڑے عبادت گزار اس کے پھندوں میں پھنس کر اپنے مالک کو بھول بیٹھے۔ سوچ سمجھ کر ایمان اور اسلام قبول کرنے والے اس کے داؤ میں آ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

شیطان سے بچنے کی تدبیر اگر کوئی ہوسکتی ہے تو وہی جس کا تذکرہ قرآن میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کا چیلنج قبول کرتے وقت فرمایا تھا کہ جو بندے مجھے یاد رکھیں گے، میرے حکموں پر چلیں گے اور مجھ سے ہی توفیق طلب کرتے رہیں گے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

بس اب جو شیطان سے بچنا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے اصل مالک کو نہ بھولے، چند روزہ زندگی پر نہ ریجھے۔ آخرت کے حساب و کتاب سے ڈرتا رہے۔ نبی کریم ﷺ کی پیروی اختیار کرے۔ ہر وقت اللہ سے اپنے ایمان اور اسلام کی سلامتی کی دعا کرتا رہے۔ اللہ سے توفیق طلب کرنے کی طرف سے غافل نہ رہے۔ دعا، توبہ استغفار شیطان کو شکست دینے کا مؤمن کے پاس سب سے بڑا حربہ ہے، ان سے کام لے۔ ان شاء اللہ! شیطان سے محفوظ رہے گا۔ ایسے واقعات کا مطالعہ کرتے رہیے جیسے اس کتاب میں ترتیب دیے گئے ہیں۔ ایسے واقعات کے مطالعہ سے اچھی خاصی تذکیر ہوتی ہے۔ میں اس کتاب کے پڑھنے والوں سے درخواست کرتا ہوں کہ جب وہ اپنے اللہ کی بارگاہ عالیہ میں اپنے لیے دعا کریں تو اس کتاب کے مؤلف کو بھی نہ بھولیں۔ میرے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ مجھے نیک اعمال کی توفیق دے اور ایمان و اسلام کے ساتھ میرا خاتمہ بالخیر فرمائے، آمین!

اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ.


بچوں کے لیے ہماری دیگر دلچسپ تربیتی کتب
شہزادہ توحید
اور لاش تڑپ گئی
بادشاہ کا ہاتھ کاٹ دو
دارالابلاغ
DARULIBLAGH